مولانا عبدالسلام ہوشیارپوری
لائل پور

مولانا عبیداللہ سندھیؒ
اور
میری یادداشت

۱۹۳۴ء کا موسم بہار تھا مراکز اسلام کے چمنستان کی سیر نصیب ہوئی۔ الحمدللہ رب العالمین اس مبارک سفر میں حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی زیارت، مجالست اور مکالمت سے شرف اندوز ہوا۔ کچھ یادیں محفوظ ہیں۔ ہدیہ احباب ہیں۔

مولانا کا معمول تھا کہ نماز عصر کے بعد باب عمرہ کے سامنے بیٹھا کرتے تھے وہیں ملنے والے حاضر ہو جاتے۔ اور علوم و معارف کے فیضان سے مشرف ہوتے۔

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ آدمی کو چاہیئے کہ ہمیشہ دو بزرگوں سے تعلق رکھے۔ ایک وہ جو علوم میں کامل ہو۔ دوسرا وہ جو معرفت میں مکمل ہو۔

ایک مرتبہ تفاسیر کا ذکر ہو رہا تھا، ایک حاضر باش مدراسی مولوی صاحب نے حضرت حکیم الامت مرشد تھانوی قدس سرہ کی تفسیر "بیان القرآن" کا ذکر کیا۔ فرمانے لگے ہم میں اور ان میں اختلاف ہے۔ مگر ایسا اختلاف جیسے ہم اس طرف کعبہ کے سامنے بیٹھتے ہیں۔ اور دوسرا شخص ہمارے بالمقابل باب السلام سے داخل ہو کر قبلہ رخ بیٹھے۔ اس طرح اگرچہ اس کا رخ ہمارے مخالف طرف ہوگا۔ مگر وہ ہوگا کعبہ ہی کی طرف۔ احقر عرض کرتا ہے کہ سبحان اللہ یہ کتنی اچھی مثال ہے۔ اختلاف امت کی، یہ نکتہ اگر پیش نظر رہے تو امت کے کتنے ہی اختلاف دور ہو جائیں۔

جب ہر شخص کا قصد اتباع شریعت ہو، مقصود رضائے حق ہو اور استنباطات قرآن و حدیث ہی سے ہوں تو ایسے اختلاف کو برداشت کرنا چاہیئے۔ مکہ معظمہ میں ایک صاحب تھے اسماعیل جھنڈس امرتسر کے رہنے والے تھے، انہوں نے ایک دن حضرت مولانا کو کھانے پر بلایا

اور ساتھ ہی مولانا اختر علی خاں مرحوم کو بلایا اور ناچیز بھی حکماً حاضر ہوا۔ وہاں پہ مولانا اختر علی خان مرحوم سے فرمانے لگے آپ کے اخبار کا نام تو زمیندار ہے۔ اور زبان لکھنؤ کی استعمال کرتے ہیں۔ مقصود یہ تھا کہ عوام کی تفہیم آسان زبان میں ہونی چاہیئے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ تعلیم کو عام کرنے کے لئے ابتدا میں مرکب الفاظ کو ابجد کے الگ الگ حروف سے لکھنے کی مشق ہونی چاہیئے۔ جسطرح انگریزی الفاظ لکھتے ہیں۔

حضرت مولانا کو اپنے استاد محترم حضرت اقدس شیخ الہند محمود الحسنؒ سے بہت زیادہ تعلق خاطر تھا کوئی دن اور کوئی مجلس حضرت الاستاد قدس سرہ کے ذکر مبارک سے خالی نہ جاتی تھی۔ ایک دن فرمانے لگے۔ کہ دیوبند پہنچنے سے پیشتر ہمیں ایک شخص سے محبت تھی اس کا تصور ہمیشہ پیش نظر رہتا تھا۔ جب دیوبند پہنچے اور حضرت الاستاذ کے چہرۂ مبارک پہ نظر پڑی تو اُس شخص کا تصور فوراً ہی دل سے ایسا غائب ہوا، پھر کبھی سوچنے سے بھی یاد نہ آیا۔

ایک موقعہ پہ فرمایا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے علوم کو سمجھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے حضرت شیخ الہندؒ کی کتابیں دیکھو۔ پھر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی کتابوں کا مطالعہ کرو۔ اس کے بعد حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے علوم سے استفادہ کرو۔ پھر حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے واسطے سے امام ولی اللہؒ کے علوم کو سمجھو۔

ایک موقعہ پہ فرمایا پہلے ہم سمجھتے تھے کہ امام ولی اللہ کی کتابوں میں کوئی غلطی نہیں ہے پھر انکی بعض بڑی بڑی غلطیوں کا علم ہوا۔ اس سے انکی عظمت میں تو کوئی فرق نہیں آیا بلکہ ثبوت کے متعلق عقیدہ زیادہ صاف اور روشن ہو گیا۔ فرماتے تھے کہ خیر القرون کے بعد امام ولی اللہؒ جیسا شخص امت میں پیدا نہیں ہوا۔

ایک موقعہ پہ فرمایا کہ مدت دراز تک غیر ممالک میں رہنا ہوا مگر ہم نے کسی زبان کے سیکھنے کیطرف توجہ نہیں کی اس لئے کہ جو قوت زبان سیکھنے میں صرف کرنی ہے وہ علوم میں خرچ کی جائے اور گفتگو بذریعہ ترجمان بھی ہو سکتی ہے۔

حضرت مولانا سندھیؒ کے متعلق یہ میری یادداشت تھی جو عزیز گرامی قدر محمد انوار کلیم کے تقاضائے شدید سے تحریر میں آئی۔ اسی سب مضمون میں مفہوم حضرتؒ کا ہے۔ اور ترجمانی اس ناچیز کی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کے درجات عالیہ جنت الفردوس میں بلند فرمائیں اور ملت مرحومہ کی خدمت گذاریوں در دمندیوں کا اعلیٰ صلہ عطا فرمائیں۔ آمین۔ ■■